ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3905

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: شمائل رسول ﷺ (3905) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (بوٹ: 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1

سوال نمبر 1: نبوی اسلوبِ مزاح کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کس قسم کے تمسخر اور مزاح سے منع فرمایا ہے؟ (20 نمبر)

تمہید

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت وقار و متانت کے ساتھ ساتھ بشاشت و دلجوئی کا بھی حسین امتزاج تھی۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گھل مل کر رہتے، ان سے مزاح بھی فرماتے، مگر آپ ﷺ کا مزاح ہمیشہ سچ پر مبنی، حق کے اندر اور دل کو تازگی دینے والا ہوتا۔ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ ہم سے مزاح فرماتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس مفہوم میں ارشاد فرمایا کہ میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ اس ایک جملے میں نبوی مزاح کا پورا اصول پوشیدہ ہے۔ اس جواب میں پہلے نبوی مزاح کے اسلوب و خصوصیات اور اس کی چند مشہور مثالیں بیان کی جائیں گی، پھر اس مزاح و تمسخر کی اقسام واضح کی جائیں گی جن سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، تاکہ طالب علم جائز مزاح اور ممنوع استہزاء کے درمیان واضح فرق سمجھ سکے۔

نبوی اسلوبِ مزاح کی خصوصیات

نبوی مزاح کی پہلی خصوصیت سچائی ہے۔ آپ ﷺ کے مزاح میں ظاہری مفہوم سننے والے کو مسکرانے پر مجبور کرتا، مگر غور کرنے پر وہ عین سچا نکلتا، کیونکہ آپ ﷺ الفاظ کے دو پہلوؤں میں سے وہ پہلو مراد لیتے جو حقیقت کے مطابق تھا۔ دوسری خصوصیت اخلاص و دلجوئی ہے: آپ ﷺ کا مزاح کمزور، بچے، بوڑھے اور نومسلم کے دل کو مانوس کرنے اور غم دور کرنے کے لیے ہوتا، کسی کو نیچا دکھانے کے لیے نہیں۔ تیسری خصوصیت اعتدال ہے؛ مزاح کبھی کبھار اور موقع کی مناسبت سے ہوتا، زندگی کا مستقل مشغلہ نہیں بنتا تھا، کیونکہ کثرتِ مزاح سے وقار و سنجیدگی متاثر ہوتی ہے۔ چوتھی خصوصیت وقار کی حفاظت ہے؛ آپ ﷺ مزاح میں بھی آواز کی بلندی، قہقہے اور بے ادبی سے دور رہتے اور آپ ﷺ کی ہنسی عموماً تبسم تک رہتی۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ نبوی مزاح تعلیم و تربیت کا ذریعہ بھی بنتا؛ ہلکے پھلکے انداز میں بڑی بات سمجھا دی جاتی اور سننے والا اسے ہمیشہ یاد رکھتا۔

نبوی مزاح کی مشہور مثالیں

پہلی مثال حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ابو عمیر کی ہے۔ ان کا ایک چھوٹا پرندہ (نغیر) مر گیا تھا اور وہ غمگین تھے۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو پیار سے دریافت فرماتے کہ ابو عمیر! نغیر کا کیا ہوا؟ اس جملے کی تانیث و تصغیر کے پیارے انداز نے بچے کا غم ہلکا کر دیا۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں موجود ہے اور بچوں کے ساتھ شفقت و مزاح کا بہترین نمونہ ہے۔ دوسری مثال ایک بوڑھی خاتون کی ہے جنہوں نے جنت کی دعا کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے مزاحاً فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں اس حالت میں نہیں جائیں گی۔ وہ غمگین ہوئیں تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ اللہ انہیں جنت کو جوان بنا کر داخل فرمائے گا۔ تیسرے واقعے میں ایک شخص نے سواری کے لیے اونٹ مانگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ حیران ہوا کہ بچہ میرا بوجھ کیسے اٹھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ یہ مزاح لفظی اشتراک پر مبنی تھا اور پوری طرح سچا تھا۔ یہ روایات ترمذی و ابو داؤد و سیرہ میں مذکور ہیں۔

ایک اور خوبصورت مثال صحابہ کے ساتھ خورد و نوش کی مجلس سے متعلق ہے کہ کھجوریں کھانے کے بعد آپ ﷺ نے گٹھلیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر اس مفہوم میں مزاح فرمایا کہ جس کے سامنے گٹھلیاں زیادہ ہوں وہی زیادہ کھانے والا ہے، جس پر بڑی دل چسپ گفتگو ہوئی۔ اسی طرح ایک انصاری صحابی کی کسی بات پر آپ ﷺ کا مسکرا کر نرم جواب دینا، اور مسافروں و مہمانوں کے ساتھ خوش طبعی، شمائل کے ابواب میں جا بجا ملتا ہے۔ ان تمام مثالوں میں مشترک باتیں یہ ہیں: مزاح مختصر ہے، موقع شناس ہے، جھوٹ سے پاک ہے، سننے والے کی عزت محفوظ ہے اور اس کا نتیجہ محبت و قربت میں اضافہ ہے۔ یہی اسلوب آج کے مبلغ، استاد اور والدین کے لیے نمونہ ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ نرمی و خوش اخلاقی بھی شخصیت کا حصہ ہونی چاہیے۔

ممنوع مزاح و تمسخر کی اقسام

آپ ﷺ نے ہر اس مزاح سے منع فرمایا جو جھوٹ پر مبنی ہو۔ روایات میں اس شخص کے لیے سخت وعید آئی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کا تمسخر اڑانا، اسے حقیر ناموں سے پکارنا، اشاروں سے اس کی نقل اتارنا اور اس کی کمزوری کو مجلس کی تفریح بنانا ممنوع ہے۔ سورۃ الحجرات میں اس مفہوم کی واضح تعلیم

دی گئی ہے کہ کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو، اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارا جائے؛ یہ حوالہ (الحجرات: 11) اس باب کی بنیاد ہے، مگر آیت کے الفاظ یہاں نقل کرنے کے بجائے اس کا مفہوم ہی پیش کیا گیا ہے۔ مزاح میں کسی کو ڈرانا بھی منع ہے؛ کسی کا سامان چھپا کر اسے پریشان کرنا یا ہتھیار و نوک دار چیز سے مذاقاً اشارہ کرنا بھی روایات میں ممانعت کے ساتھ آیا ہے۔ مزاح کی زیادتی سے بھی منع کیا گیا، کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل کی کیفیت اور شخصیت کا وقار متاثر ہوتا ہے۔ کسی کی غیبت کو مزاح کا رنگ دینا، جھوٹی کہانیاں گھڑ کر سنانا، ناپاک و فحش گفتگو کو مزاح کہنا اور غمزدہ یا مریض کے سامنے بے موقع مسکرانا بھی نبوی مزاح کے منافی ہے۔

تمسخر کی جدید صورتوں پر بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے: سوشل میڈیا پر کسی کی تصویر یا ویڈیو کی تضحیک کا ذریعہ بنانا، نقلیں اتار کر لائکس لینا، اقلیتوں و کمزوروں کا مذاق اڑانا اور ساتھیوں کو گروہ بنا کر نشانہ بنانا، سب اسی ممانعت کے دائرے میں آتے ہیں۔ البتہ یہ فیصلہ کہ کسی مخصوص عمل پر شرعی حکم کس درجے کا ہے، اہلِ علم کا کام ہے؛ یہاں بنیادی اصول بطورِ تعلیم بیان کیے گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مزاح کی حدود کو خوب سمجھا: وہ آپس میں ہنستے ہنساتے بھی تھے اور دلوں کی حفاظت بھی کرتے تھے، اور یہی توازن نبوی اسلوب کا حاصل ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ نبوی مزاح سچائی، اعتدال، وقار اور دلجوئی پر مبنی تھا، جس کا مقصد محبت و تربیت تھا، تضحیک و تحقیر نہیں۔ ممنوع مزاح وہ ہے جس میں جھوٹ، تمسخر، دل آزاری، ڈرانا یا زیادتی پائی جائے۔ آج کے طالب علم کے لیے پیغام یہ ہے کہ خوش مزاجی سنت ہے مگر دوسروں کی عزت کی قیمت پر نہیں؛ مزاح وہی اچھا ہے جس کے بعد رشتے مضبوط ہوں، دل ٹوٹیں نہیں۔

سوال نمبر 2

سوال نمبر 2: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات سے رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک اور رنگت کی تفصیلات بیان کریں۔ (20 نمبر)

تمہید

حلیہ مبارک کا بیان شمائل کا سب سے دلکش باب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اس محبت و عقیدت سے دیکھا کہ آپ ﷺ کی صورت کا نقشہ الفاظ میں محفوظ کر دیا، تاکہ بعد میں آنے والے بھی دل کی آنکھ سے آپ ﷺ کے جمال کو دیکھ سکیں۔ امام ترمذی نے شمائل کا آغاز ہی حلیے کے باب سے کیا ہے، جس سے اس موضوع کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس جواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کی روشنی میں آپ ﷺ کے قد، رنگت، چہرے، بالوں اور دیگر ظاہری اوصاف کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔ تمام بیانات روایات کے مفہوم کے طور پر پیش کیے گئے ہیں؛ اصل الفاظ و اسناد کے لیے شمائل ترمذی اور کتبِ حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔

قد، رنگت اور عمومی ہیئت

حضرت انس اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سمیت متعدد صحابہ کی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا قد درمیانہ تھا: نہ بہت لمبے کہ نظروں میں نمایاں ہوں، نہ چھوٹے۔ لوگوں کے مجمع میں ہوتے تو درمیانی قد کے باوجود سب سے نمایاں و بلند معلوم ہوتے، جو ہیئت و وقار کا اثر تھا۔ رنگت کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ نہ بالکل سفید تھا، نہ گندمی مائل بہ سیاہی، بلکہ چمکدار سفیدی تھی جس میں سرخی کی آمیزش تھی؛ اہلِ علم اسے "ازہر اللون" سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا، اور سرخ جوڑا پہنے ہوئے آپ ﷺ کی خوبصورتی کا خاص تذکرہ ان کی روایت میں آتا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے چاندنی رات میں آپ ﷺ کو دیکھ کر چاند اور چہرے کا موازنہ کیا اور چہرۂ مبارک کو چاند سے زیادہ حسین پایا۔

جسم مبارک کا ڈھانچہ متناسب و مضبوط تھا: کندھے چوڑے، سینہ کشادہ، جوڑ بند مضبوط اور ہڈیاں نمایاں مگر بھاری پن سے خالی۔ پیٹ اور سینہ ہموار تھا۔ چلنے کا انداز اس ہیئت کی تکمیل تھا کہ قدم پورے رکھتے، تیزی و توازن کے ساتھ چلتے اور یوں معلوم ہوتا گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب بھی ہوتا اور دل میں محبت بھی

اترتی؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا وہ ہیبت میں آ جاتا اور جو مل جل کر رہتا وہ محبت کرنے لگتا۔ درج ذیل شکل حلیے کے بڑے عنوانات دکھاتی ہے۔

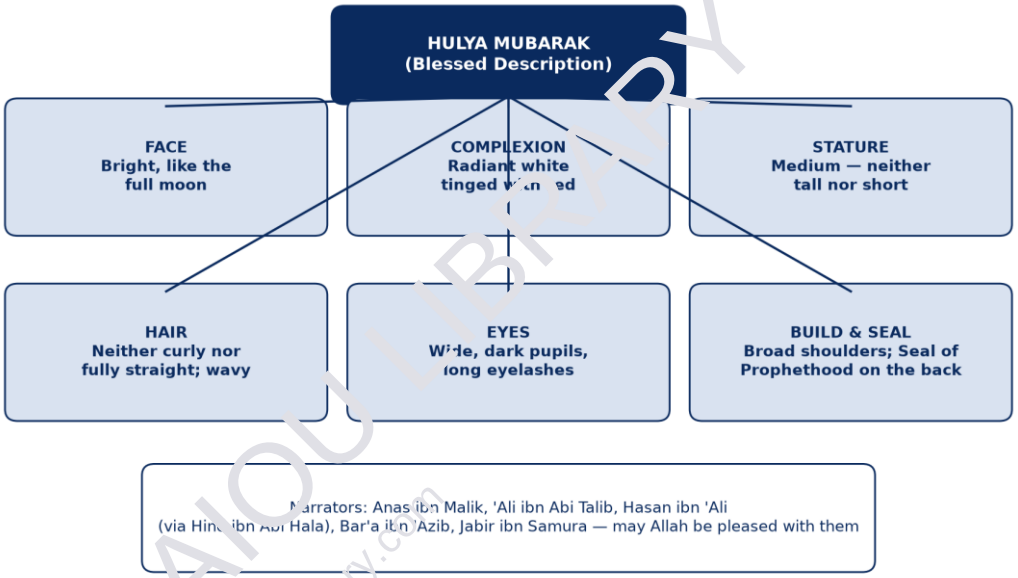

شکل: حلیہ مبارک کے نمایاں عنوانات اور ان کے راوی صحابہ

چہرہ، آنکھیں اور بال مبارک

چہرہ مبارک گولائی لیے ہوئے، کشادہ پیشانی والا اور نورانی تھا۔ آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں، سفیدی میں ہلکی سرخی کی جھلک اور پلکیں لمبی تھیں؛ یوں محسوس ہوتا گویا آپ ﷺ نے سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ ایسا نہ ہوتا۔ ابرو باریک، لمبے اور خم دار تھے، دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کی حالت میں نمایاں ہوتی۔ ناک مبارک بلند و متناسب، منہ کشادہ اور دانت سفید و چمکدار تھے؛ اگلے دانتوں کے درمیان ہلکا فاصلہ تھا، اور جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے یا مسکراتے تو دانتوں کی چمک خاص طور پر محسوس ہوتی۔ داڑھی مبارک گھنی تھی اور سر کے بال نہ بہت گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے، بلکہ ان میں ہلکی لہر تھی۔ بال کبھی کانوں کی لو تک، کبھی اس سے نیچے کندھوں کے قریب تک رہتے؛ درمیان سے مانگ نکالنے کا ذکر بھی روایات میں آتا ہے۔ آپ ﷺ بالوں میں تیل لگاتے، کنگھی فرماتے اور انہیں سنوار کر رکھتے، بکھرے بالوں کو ناپسند فرماتے۔

سفید بالوں کے بارے میں روایات کا مفہوم ہے کہ سر و داڑھی میں سفید بال بہت کم تھے، بیس کے لگ بھگ شمار کیے گئے ہیں۔ یہ کمی اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا ظاہری حسن آخر عمر تک برقرار رہا۔ ٹھوڑی و گردن کی کیفیت بھی روایات میں آئی ہے: گردن لمبی و متناسب، ایسی جیسے چاندی سے تراشی گئی ہو، اور حسنِ تناسب ہر عضو میں نمایاں تھا۔ رخسار نرم و ہموار، ہاتھ پاؤں بھرے ہوئے اور مضبوط، ہتھیلیاں نرم — حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ریشم سے بھی نرم کوئی ہتھیلی نہیں چھوئی جو آپ ﷺ کی ہتھیلیوں سے نرم ہو، اور آپ ﷺ کے پسینے کی خوشبو مشک سے عمدہ تھی۔ یہ بیانات ظاہری جمال کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی شخصیت کی نفاست و صفائی کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔

مہرِ نبوت اور دیگر نمایاں اوصاف

دونوں کندھوں کے درمیان، بائیں کندھے کے قریب مہرِ نبوت تھی۔ صحابہ کی روایات میں اس کی شکل کبوتر کے انڈے کے برابر ابھری ہوئی، سرخی مائل اور اس کے اردگرد بالوں و خال کی مانند نشانات کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سمیت متعدد صحابہ نے اسے دیکھنے کا تذکرہ کیا ہے؛ حضرت سائب فرماتے ہیں کہ بچپن میں انہوں نے اس مہر کو چھو کر بھی دیکھا۔ اہلِ کتاب کے علماء بھی اسی نشان کو پہچان کی علامت کے طور پر بیان کرتے تھے، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعے میں اس مہر کو دیکھنا فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی آواز کی حلاوت، گفتگو کی وضاحت اور پسینے کا موتیوں کی مانند دکھائی دینا بھی شمائل کی روایات میں اوصافِ حلیہ کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔

حلیے کے بیان کی سند و اہمیت

حلیے کی روایات کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے راوی آپ ﷺ کو قریب سے دیکھنے والے صحابہ ہیں اور ان بیانات میں باہمی تائید پائی جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت، جو شمائل ترمذی میں تفصیل سے موجود ہے، میں سرِ مبارک کے متناسب حجم، آنکھوں کی وسعت، پلکوں کی لمبائی، جوڑوں کی مضبوطی اور دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت کا ذکر ایک ہی تسلسل میں آیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہما کے بیانات بھی حلیے کی تصویر میں اضافہ کرتے ہیں؛ ہجرت کے سفر میں ام

معبد کے خیمے پر قیام کے موقع پر انہوں نے آپ ﷺ کا جو نقشہ اپنے شوہر کے سامنے پیش کیا، وہ ادبِ سیرت کی مشہور ترین تحریروں میں شمار ہوتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ روشن چہرے، خوبصورت ساخت، متناسب جسم اور پر وقار گفتگو والے تھے۔ اہلِ علم نے حلیے کے ان بیانات کو محض ظاہری وصف نہیں سمجھا بلکہ انہیں اس بات کی دلیل قرار دیا ہے کہ اللہ نے اپنے آخری نبی کو ظاہر و باطن ہر اعتبار سے کامل بنایا تھا۔ طالب علم کے لیے ان روایات کو اصل مآخذ سے پڑھنے کی عادت ڈالنا ضروری ہے، کیونکہ حلیے کے بعض جزوی اوصاف میں روایات کے الفاظ مختلف ہیں اور ان کو جمع کر کے مکمل صورت بنانا محدثین کا کام ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات سے آپ ﷺ کا حلیہ ایک مکمل و متناسب تصویر کے طور پر سامنے آتا ہے: درمیانہ قد، سرخی مائل چمکدار رنگت، نورانی چہرہ، بڑی سیاہ آنکھیں، لہر دار بال، گھنی داڑھی اور کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت۔ ان بیانات کا مقصد محض ظاہری معلومات نہیں، بلکہ اس ذات سے محبت و تعلق بڑھانا ہے جس کی ہر ادا میں حسن و کمال جمع تھا۔

سوال نمبر 3

سوال نمبر 3: حضرت انس اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے بیانات کی روشنی میں حلیہ مبارک تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تمہید

حلیہ مبارک کے بیان میں دو روایات کو خاص مقام حاصل ہے: ایک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی، جو دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہے اور بچپن سے جوانی تک آپ ﷺ کو قریب سے دیکھا؛ دوسری حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت، جو انہوں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی، کیونکہ ہند بن ابی ہالہ حلیہ بیان کرنے میں مشہور تھے۔ امام ترمذی نے شمائل کے پہلے باب میں یہ روایات نقل کی ہیں اور یہ دونوں مل کر حلیے کی سب سے جامع تصویر پیش کرتی

ہیں۔اس جواب میں پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیانات، پھر حضرت حسن و ہند رضی اللہ عنہم کی طویل روایت کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ تمام مواد مفہوم کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں بچپن میں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا اور انہوں نے مدنی دور کے تقریباً دس سال آپ ﷺ کے قریب گزارے۔ اس قرب کی وجہ سے ان کی روایات میں حلیے کے ساتھ ساتھ عادات و اخلاق کی جھلک بھی ملتی ہے۔ حلیے کے سلسلے میں وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے، رنگت چمکدار سفیدی لیے ہوئی تھی، بال نہ سخت گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ ﷺ کے سر و داڑھی میں سفید بال گنے جا سکتے تھے، یعنی بہت کم تھے۔ ایک اہم مشاہدہ خوشبو کا ہے: وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگھی، اور آپ ﷺ کی ہتھیلیوں سے نرم کوئی ریشم و دیباج انہوں نے نہیں چھوا۔ خدمت کے تجربے سے وہ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ دس سال میں آپ ﷺ نے انہیں کبھی اف تک نہ کہا اور کسی کام پر یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا یا کیوں نہ کیا؛ یہ گواہی حلیے کے مطالعے کے ساتھ اخلاق کی تصویر بھی مکمل کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات میں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو گھر کے اندر و باہر، سفر و حضر اور رات و دن کے حالات میں دیکھا تھا، اس لیے ان کا بیان مشاہدے کی وسعت رکھتا ہے۔ چلنے، بیٹھنے اور سونے کی کیفیات کے کئی بیانات بھی انہی سے منقول ہیں۔ بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کے سلوک، ابو عمیر والے واقعے اور اہلِ خانہ کی خبر گیری کے تفصیلی بیانات بھی اسی قرب کا نتیجہ ہیں۔ اسی لیے اہلِ علم حضرت انس کی روایات کو شمائل میں ممتاز مقام دیتے ہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت: ہند بن ابی ہالہ کا بیان

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے، جو حلیہ بیان کرنے میں معروف تھے، درخواست کی کہ آپ ﷺ کا حلیہ بیان کریں، کیونکہ وہ اسے دل میں محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اس روایت کا آغاز اس جامع جملے سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ظاہر و باطن میں عظیم و مہیب تھے، چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا، قد درمیانے سے کسی قدر طویل مائل تھا۔ پھر تفصیل بیان ہوئی ہے: سر مبارک مناسب بڑا، بال لہر دار، مانگ نکلتی تو اسی پر رکھتے ورنہ جو کیفیت ہوتی اسی پر اکتفا کرتے۔ چہرہ گولائی لیے ہوئے، رنگت روشن، پیشانی کشادہ، ابرو لمبے و خم دار مگر ملے ہوئے نہیں، ناک میں بلندی و باریکی کے ساتھ نُور کی جھلک، منہ مناسب کشادہ، دانتوں میں ہلکا فاصلہ، اور سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر۔ گردن متناسب و روشن، جسم معتدل و مضبوط، پیٹ و سینہ برابر، کندھے چوڑے اور جوڑ مضبوط۔

روایت کے اگلے حصے میں چلنے و گفتگو کی کیفیت بھی آئی ہے: آپ ﷺ چلتے تو پورے قدم رکھتے، تیزی و وقار کے ساتھ یوں چلتے جیسے نشیب کی طرف اتر رہے ہوں؛ نظر عموماً نیچی رہتی، آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ توجہ ہوتی؛ کسی کی طرف دیکھتے تو پورے رخ سے متوجہ ہوتے۔ گفتگو کا آغاز و اختتام بھرپور توجہ سے ہوتا، بات مختصر و جامع ہوتی، نہ زیادتی نہ کمی۔ اخلاق کے بارے میں روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نرم مزاج، خوش اخلاق اور لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے والے تھے؛ نہ سخت گیر نہ بے پروا، نہ شور کرنے والے نہ فحش گو۔ کھانے کی تعریف یا مذمت کی زیادتی نہ فرماتے، دنیا کی کسی چیز کے لیے غصہ نہ آتا، مگر حق کی خلاف ورزی پر آپ ﷺ کا جلال ظاہر ہوتا۔ یہ روایت شمائل ترمذی کے پہلے ہی باب میں پوری تفصیل سے موجود ہے اور حلیے کی سب سے لمبی و جامع روایات میں شمار ہوتی ہے۔

دونوں بیانات کا تقابل و تکمیل

دونوں روایات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ حضرت انس کا بیان قریب ترین خادم کے مشاہدے پر مبنی ہے، اس میں رنگت، بال، خوشبو اور نرمی جیسے وہ اوصاف نمایاں ہیں جو دن رات کی خدمت سے معلوم ہوتے ہیں۔ ہند بن ابی ہالہ کا بیان مشاہدۂ جمال کے ماہر راوی کا ہے، اس لیے اس میں ہر عضو کی

ترتیب وار تفصیل اور چلنے گفتگو کرنے کی کیفیات تک شامل ہو گئی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اس روایت کو طلب کرنا اس بات کی تعلیم ہے کہ نئی نسل کو چاہیے کہ وہ بزرگوں سے سیرت و شمائل سنے اور اسے محفوظ کرے۔ جدول میں دونوں بیانات کے نمایاں نکات پیش کیے گئے ہیں۔

جدول: دونوں بیانات کے نمایاں نکات

ہند بن ابی ہالہؓ کا بیان (بزریعہ حضرت حسنؓ)	حضرت انسؓ کا بیان	پہلو
درمیانے سے مائل بہ طول قد، روشن رنگت، چہرہ چاند جیسا	درمیانہ قد، گندمی سفیدی مائل رنگت	قد و رنگت
لہر دار بال، مانگ کی کیفیت کا بیان	نہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے؛ سفید بال بہت کم	بال
گردن و اعضاء کی تناسب و روشنی کی تفصیل	جسم کی خوشبو بے مثال؛ ہتھیلیاں ریشم سے نرم	خوشبو و لمس
ترتیب وار مکمل حلیہ، چال و گفتگو سمیت	دس سالہ خدمت کا قریبی مشاہدہ	خصوصیت

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیانات خدمت و قربت کے مشاہدے سے حلیے کو زندہ تصویر بناتے ہیں، جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ ہند بن ابی ہالہ کی تفصیل حلیے کا مکمل نقشہ فراہم کرتی ہے۔ دونوں کو ملا کر پڑھنے سے طالب علم کے سامنے آپ ﷺ کے جمال و کمال کی جامع صورت آ جاتی ہے، اور یہی شمائل کے مطالعے کا اصل مقصد ہے: معرفت سے محبت اور محبت سے اتباع۔

سوال نمبر 4

سوال نمبر 4: رسول اللہ ﷺ کی نسبی خصوصیات، مقام و مرتبہ اور نبوت کے امتیازی فضائل و خصائص تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تمہید

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کی عظمت کا ایک پہلو آپ ﷺ کا نسب، خاندانی شرافت اور اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ ہے، اور دوسرا پہلو وہ امتیازی خصائص ہیں جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ ﷺ کو عطا فرمائے۔ علماء نے ان موضوعات کے لیے "فضائل" اور "خصائص" کے مستقل ابواب قائم کیے ہیں اور امام سیوطی وغیرہ نے ان پر مستقل کتب بھی لکھی ہیں۔ اس جواب میں تین عنوانات کے تحت بحث کی جائے گی: نسبی خصوصیات، مقام و مرتبہ، اور نبوت کے امتیازی فضائل و خصائص۔ یہ بیان تعلیمی و اکادمک ہے؛ روایات کے مفاہیم پیش کیے گئے ہیں اور ان کی فنی جانچ و درجہ بندی اہلِ علم کی تحقیق پر چھوڑی گئی ہے۔

نسبی خصوصیات

آپ ﷺ کا نسب عرب کے اشرف خاندان سے ہے۔ آپ ﷺ کا تعلق قریش سے تھا، جو مکے کے معزز ترین قبیلے اور خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے تمام عرب میں ممتاز تھا۔ قریش میں سے بھی بنو ہاشم کا خاندان سخاوت، شرافت اور قیادت میں سرفہرست تھا؛ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب قریش کے سردار تھے اور والد عبد اللہ اپنے حسن و شرافت میں مشہور تھے۔ نسب نامہ یوں ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب، اور آگے یہ سلسلہ حضرت عدنان سے ہوتا ہوا حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک پہنچتا ہے۔ روایات میں اس مفہوم کی بات آئی ہے کہ اللہ نے مخلوق میں سے بنو اسماعیل کو، ان میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے آپ ﷺ کو منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب بھی قریش کے معزز خاندان بنو زہرہ سے تھیں۔ اس طرح آپ ﷺ دونوں طرف سے شرافتِ نسب کے جامع تھے۔ آپ ﷺ کی پرورش یتیمی میں ہوئی، والد ولادت سے پہلے اور والدہ بچپن میں وفات پا گئیں، پھر دادا اور چچا ابو طالب کی کفالت میں پروان چڑھے، مگر نسب کی شرافت کے ساتھ کردار کی پاکیزگی نے آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے ہی "الصادق الامین" کا خطاب دلا دیا تھا۔

مقام و مرتبہ

اللہ کے ہاں آپ ﷺ کا مقام تمام انبیاء و رسل میں سب سے بلند ہے۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور اس وصف کا بیان قرآن و حدیث میں وضاحت سے موجود ہے (حوالہ: سورۃ الاحزاب 33:40 کا مفہوم)۔ آپ ﷺ کی بعثت کسی ایک قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہوئی (حوالہ: سورۃ الانبیاء 21:107 کا مفہوم)۔ قیامت کے دن آپ ﷺ کو مقامِ محمود عطا ہو گا، جس سے شفاعتِ کبریٰ مراد لی گئی ہے، جب تمام انسان آپ ﷺ کی طرف رجوع کریں گے اور آپ ﷺ کی شفاعت سے حساب کا آغاز ہو گا۔ لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہو گا اور تمام انبیاء اس کے سائے میں ہوں گے، جیسا کہ روایات کا مفہوم ہے۔ معراج کی رات آپ ﷺ کو وہ قرب حاصل ہوا جو کسی بشر کو حاصل نہ ہوا؛ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے کا سفر اور اللہ سے ہم کلامی کا شرف آپ ﷺ کی منفرد عظمت ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی محبت کو ایمان کی شرط قرار دیا گیا، اور آپ ﷺ کا ذکر دنیا بھر میں اذان و نماز میں بلند ہوتا ہے، جو رفعِ ذکر کے وعدے کی عملی صورت ہے (حوالہ: سورۃ الشرح 94:4 کا مفہوم)۔

نبوت کے امتیازی فضائل و خصائص

خصائص سے مراد وہ انعامات و احکام ہیں جو امتوں میں سے صرف آپ ﷺ کو، یا آپ کی امت کو آپ کے طفیل عطا ہوئے۔ مشہور روایت میں پانچ چیزوں کا ذکر اس مفہوم میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کو وہ چیزیں عطا ہوئیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک مہینے کی مسافت تک رعب کے ذریعے مدد، پوری زمین کا مسجد و ذریعۂ طہارت ہونا، غنیمت کا حلال ہونا، تمام مخلوق کی طرف بعثت (پچھلے انبیاء خاص قوم کی طرف آتے تھے)، شفاعت کا اختیار اور ختمِ نبوت۔ اس کے علاوہ جوامع الکلم بھی آپ ﷺ کے خصائص میں شمار ہوتے ہیں۔ معجزات میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک محفوظ و باقی ہے؛ اس کے سوا شق القمر، انگلیوں سے چشمے کا ابلنا، تھوڑے کھانے سے جماعت کا سیر ہونا اور اسراء و معراج جیسے معجزات کتبِ سیرت و شمائل میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

احکام کے خصائص میں وتر و تہجد کی خصوصی تاکید، قربانی و فجر کی سنتوں کا خصوصی اہتمام، آپ ﷺ کے لیے صدقہ کی حرمت، آپ ﷺ کی ازواج کا امت کی مائیں ہونا اور آپ ﷺ کی میراث کا صدقہ ہونا شامل ہیں۔ امت کو ملنے والے خصائص میں اس امت کا خیرِ امت ہونا، اس کی گواہی کا دیگر امتوں پر معتبر ہونا، جمعہ و رمضان کی خصوصی فضیلتیں اور اس امت کے لیے توبہ و استغفار کی وسعت شامل ہے۔ یہاں یہ تعلیمی وضاحت ضروری ہے کہ خصائص کی بعض جزئیات میں علماء کی آراء مختلف ہیں، لہٰذا کسی جزئی مسئلے میں قطعی بات مستند کتب و اہلِ علم سے حاصل کی جائے۔ ان خصائص کے بیان کا مقصد غرور نہیں بلکہ شکر و اتباع ہے؛ جتنا مقام بلند معلوم ہو گا، اتنا ہی اس ذات کی پیروی کا جذبہ بڑھے گا۔

فضائل کا امت کی زندگی سے تعلق

آپ ﷺ کے فضائل و خصائص کا مطالعہ محض عقیدت کا اظہار نہیں بلکہ اس کے عملی نتائج بھی ہیں۔ جب طالب علم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ کی بعثت تمام انسانیت کے لیے ہے تو اس کے اندر دعوت و خیر خواہی کا وسیع جذبہ پیدا ہوتا ہے اور نسل و خطے کی تنگ نظری ختم ہوتی ہے۔ شفاعت کی امید انسان کو توبہ و رجوع کی طرف لاتی ہے، جبکہ ختمِ نبوت کا عقیدہ امت کو گمراہ دعویداروں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح زمین کے مسجد و طہور ہونے کی سہولت نے عبادت کو ہر جگہ ممکن بنایا اور اس امت کی زندگی میں نماز کی پابندی آسان ہوئی۔ فضائل کے باب میں یہ احتیاط بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ فضیلت کے بیان میں وہی روایات پیش کی جائیں جو مستند مآخذ میں موجود ہوں، اور ضعیف و موضوع قصوں سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی حقیقی عظمت کو کسی مبالغے کی ضرورت نہیں۔ یہی متوازن انداز قاضی عیاض و ابن قیم جیسے علماء کی کتب میں نمایاں ہے، جنہوں نے محبت کے ساتھ ساتھ تحقیق و احتیاط کو بھی قائم رکھا۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نسب کے اعتبار سے اشرف خاندان کے چشم و چراغ، مقام و مرتبے کے اعتبار سے خاتم النبیین و سید المرسلین، اور خصائص کے اعتبار سے ان انعامات کے جامع ہیں جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئے۔ ان فضائل کا مطالعہ طالب علم کے دل میں آپ ﷺ کی عظمت بٹھاتا ہے اور اسے اس شکر کی طرف لے جاتا ہے جس کا عملی اظہار اتباعِ سنت ہے۔

سوال نمبر 5

سوال نمبر 5: رسول اللہ ﷺ کے مرض الوفات کی نصائح اور ان کی اہمیت بیان کریں۔ (20 نمبر)

تمہید

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام امت کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مرض الوفات میں بھی آپ ﷺ کی سب سے بڑی فکر امت کی رہنمائی تھی، اس لیے اس عرصے میں آپ ﷺ نے جو نصائح فرمائیں وہ وصیت کا درجہ رکھتی ہیں اور زندگی بھر کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ آپ ﷺ کا مرض صفر کے اواخر یا ربیع الاول کے اوائل 11 ہجری میں شروع ہوا اور تقریباً تیرہ چودہ دن جاری رہا؛ اس دوران آپ ﷺ ازواج کے گھروں میں رہے اور آخری ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گزارے۔ وفات 12 ربیع الاول کو ہوئی (تاریخ میں اہلِ سیرت کے بیانات میں معمولی اختلاف معروف ہے)۔ اس جواب میں مرض الوفات کی نمایاں نصائح اور ان کی اہمیت بیان کی جائے گی۔ بیان تعلیمی ہے اور روایات مفہوم کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔

مرض الوفات کا اجمالی پس منظر

مرض کا آغاز سر کے درد و بخار سے ہوا۔ شدت کے باوجود آپ ﷺ ابتدائی دنوں میں مسجد تشریف لے جاتے رہے، منبر پر بیٹھ کر امت کو مخاطب فرمایا اور انصار کے بارے میں خیر خواہی کی وصیت کی۔ جب بیماری بڑھی تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز کے باوجود اسی حکم پر اصرار فرمایا، جسے صحابہ نے ان کی فضیلت و قیادت کی طرف اشارہ سمجھا۔ آخری دنوں میں آپ ﷺ نے قلم دوات منگوانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تاکہ امت کے لیے رہنمائی لکھوا دیں، مگر حاضرین کے اختلاف و شور کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہوا؛ اس واقعے کی تفصیلات صحیحین میں موجود ہیں اور اہلِ علم نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں، جن کا قطعی تعین یہاں مقصود نہیں۔ آخری لمحات میں آپ ﷺ کی توجہ اللہ کی طرف تھی اور آخری کلمات کا مفہوم اعلیٰ رفیق (اللہ) کی طرف رجوع کا اظہار تھا۔

مرض الوفات کی نمایاں نصائح

پہلی اور سب سے زیادہ دہرائی جانے والی نصیحت نماز کے بارے میں تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ آخری وقت میں بھی نماز کی تاکید فرماتے رہے اور ماتحتوں و غلاموں کے حقوق ادا کرنے کی نصیحت کی۔ یہ دونوں باتیں اس مفہوم کے ساتھ منقول ہیں کہ نماز اللہ کا حق ہے اور ماتحتوں کا خیال بندوں کے حقوق کی نمائندگی کرتا ہے؛ گویا حقوق اللہ و حقوق العباد کا خلاصہ آخری نصیحت میں سمیٹ دیا گیا۔ دوسری نصیحت کتاب اللہ و سنت سے وابستگی کی تھی؛ حجۃ الوداع و آخری ایام کی تعلیمات کا مجموعی مفہوم یہ ہے کہ امت جب تک اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہے گی، گمراہ نہیں ہو گی۔ تیسری نصیحت انصار کے حق میں تھی: ان کے نیک لوگوں سے درگزر اور ان کی خوبیوں کی قدر کی جائے، کیونکہ انہوں نے اسلام و مہاجرین کے لیے بے مثال قربانی دی تھی۔ چوتھی نصیحت فتنوں و اختلاف سے بچنے اور امت کی وحدت برقرار رکھنے کی عملی ہدایت تھی، جس کی جھلک جزیرۃ العرب سے مشرکین کو نکالنے اور وفود کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیتوں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔

پانچویں نصیحت ضیافت و مہمان نوازی اور اہلِ خانہ و قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تسلسل سے متعلق تھی، اور چھٹی نمایاں بات یہ تھی کہ آپ ﷺ نے اپنی اخروی منزل کی خبر دیتے ہوئے دنیا و آخرت کے اختیار میں آخرت کو منتخب فرمایا، جسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھ کر رو پڑے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے اہلِ بیت کی خبر

گیری، یتیموں و کمزوروں کے حقوق اور عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وہ تمام تعلیمات اس عرصے میں مجملاً دہرائیں جو خطبۂ حجۃ الوداع میں تفصیلاً ارشاد ہو چکی تھیں۔ ان نصائح کا مشترکہ رنگ یہ ہے کہ بیماری کی شدت میں بھی آپ ﷺ کی گفتگو اپنی ذات کے بجائے امت کی بھلائی کے گرد گھومتی رہی۔

ان نصائح کی اہمیت

ان نصائح کی اہمیت کئی پہلوؤں سے ہے۔ پہلی اہمیت یہ ہے کہ یہ وصیت کی حیثیت رکھتی ہیں؛ کسی محبوب شخصیت کی آخری باتیں دلوں میں ہمیشہ تازہ رہتی ہیں، اس لیے صحابہ نے انہیں خاص توجہ سے محفوظ کیا۔ دوسری اہمیت یہ ہے کہ ان میں دین کا خلاصہ آ گیا ہے: توحید (اللہ سے تعلق)، ماتحتوں کے حقوق (بندوں سے تعلق)، کتاب و سنت سے تمسک (رہنمائی کا ذریعہ) اور انصار و اہلِ ایمان کی قدر (امت کی وحدت)۔ تیسری اہمیت تربیتی ہے: یہ نصائح بتاتی ہیں کہ موت کی گھڑی میں بھی فکرِ امت، ذمہ داری کی تکمیل اور اللہ کی طرف رجوع ہی مومن کی پہچان ہے۔ چوتھی اہمیت یہ ہے کہ نماز کی آخری تاکید اس عبادت کو ہر مسلمان کی زندگی کا مرکز بناتی ہے اور ماتحتوں کے حقوق کی نصیحت آج کے معاشرے میں مزدوروں، ملازموں و کمزور طبقات کے ساتھ حسنِ سلوک کی دائمی ہدایت ہے۔ پانچویں اہمیت یہ ہے کہ یہ نصائح اختلافات کے دور میں امت کو کتاب و سنت کی طرف لوٹنے کا راستہ بتاتی ہیں۔

صحابہ کرام پر ان نصائح کا اثر

ان نصائح کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات کے بعد کے نازک مرحلے میں امت کو اسی رہنمائی کی بنیاد پر سنبھالا، نماز و زکوٰۃ کے نظام کی حفاظت کی اور کتاب و سنت سے وابستگی کو قیادت کا اصول بنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ماتحتوں و رعایا کے حقوق کی وہی فکر نظامِ حکومت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت و احترام کا تسلسل بھی انہی وصیتوں کا ثمر تھا۔ صحابہ کے بعد تابعین و محدثین نے ان نصائح کو کتبِ سیرت و شمائل میں محفوظ کیا، یہاں تک کہ آج کا طالب علم بھی انہیں پڑھ کر اپنے لیے وہی ترجیحات طے کر سکتا ہے جو وفات کے بستر سے دی گئی تھیں۔ اس تسلسل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نصائح کسی ایک دور کے لیے نہیں بلکہ ہر دور کے مسلمان کے لیے زندہ رہنمائی ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ مرض الوفات کی نصائح نماز کی پابندی، ماتحتوں کے حقوق، کتاب و سنت سے وابستگی، انصار و اہلِ ایمان کی قدر اور آخرت کی تیاری پر مشتمل ہیں اور یہ سیرت کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں۔ ان کی اہمیت اس لیے بھی دوچند ہے کہ یہ آپ ﷺ کے آخری الفاظ و اعمال میں سے ہیں۔ طالب علم کے لیے ان نصائح کا مطالعہ صرف معلوماتی نہیں بلکہ زندگی کی ترجیحات طے کرنے کا درس ہے: اللہ کا حق سب سے پہلے، بندوں کے حقوق اس کے ساتھ، اور رہنمائی کے لیے کتاب و سنت ہمیشہ پیشِ نظر۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com